درگذر کرے تو یہ بڑی اولوالعزمی کے کاموں میں سے ہے[۶۸]" (سورہ شوریٰ آیت ۴۰ تا ۴۳)۔

مفسر مودودیؒ نے ان آیات کی تفسیر میں جو حاشیے لکھے ہیں اس مضمون کا اختتام انہی پر کیا جا رہا ہے۔ قارئین کرام دیکھیں گے کہ صاحبِ تفہیم القرآن نے اپنے قلمِ معجز بیان سے جو کچھ کاغذ کے سینے پر الفاظ کی صورت میں منتقل کیا ہے وہی کچھ دھرتی کے سینے پر اپنے اعمال سے نقش فرمایا ہے:

بقول اقبال

ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزولِ کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی، نہ صاحبِ کشاف

تو ملاحظہ فرمائیے تفسیری حاشیہ جات!

[۶۳] یہ بھی اہلِ ایمان کی بہترین صفات میں سے ہے۔ وہ ظالموں اور جباروں کے لیے نرم چارہ نہیں ہوتے۔ ان کی نرم خوئی اور عفو و درگذر کی عادت کمزوری کی بنا پر نہیں ہوتی۔ انہیں بھکشوؤں اور راہبوں کی طرح مسکین بن کر رہنا نہیں سکھایا گیا ہے۔ ان کی شرافت کا تقاضا یہ ہے کہ جب غالب ہوں تو مغلوب کے قصور معاف کر دیں، جب قادر ہوں تو بدلہ لینے سے درگذر کریں، اور جب کسی زیردست یا کمزور آدمی سے کوئی خطا سرزد ہو جائے تو اس سے چشم پوشی کر جائیں، لیکن جب کوئی طاقت ور اپنی طاقت کے زعم میں اُن پہ دست درازی کرے تو ڈٹ کر کھڑے ہو جائیں اور اس کے دانت کھٹے کر دیں۔ مومن کبھی ظالم سے نہیں دبتا اور متکبر کے آگے نہیں جھکتا۔ اس قسم کے لوگوں کے لیے وہ لوہے کا چنا ہوتا ہے، جسے چبانے کی کوشش کرنے والا اپنا ہی جبڑا توڑ لیتا ہے۔

[۶۴] یہاں سے آخر پیراگراف تک کی پوری عبارت آیتِ ماسبق کی تشریح کے طور پہ ہے۔

[۶۵] یہ پہلا اُصولی قاعدہ ہے جسے بدلہ لینے میں ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ بدلے کی جائز حد یہ ہے کہ جتنی برائی کسی کے ساتھ کی گئی ہو، اتنی ہی برائی وہ اس کے ساتھ

کرے، اُس سے زیادہ بُرائی کرنے کا وہ حق نہیں رکھتا۔

۲ یہ دوسرا قاعدہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ زیادتی کرنے والے سے بدلہ لینا، اگرچہ جائز ہے، لیکن جہاں معاف کر دینا اصلاح کا موجب ہو سکتا ہے، وہاں اصلاح کی خاطر بدلہ لینے کے بجائے معاف کر دینا زیادہ بہتر ہے۔ اور چونکہ یہ معافی انسان اپنے نفس پر جبر کر کے دیتا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کا اجر ہمارے ذمہ ہے، کیونکہ تم نے بگڑے ہوئے لوگوں کی اصلاح کی خاطر یہ کڑوا گھونٹ پیا ہے۔

۳ اس تنبیہ میں بدلہ لینے کے متعلق ایک تیسرے قاعدے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی شخص کو دوسرے کے ظلم کا انتقام لیتے لیتے خود ظالم نہیں بن جانا چاہیے۔ ایک بُرائی کے بارے میں اس سے بڑھ کر بُرائی کر گزرنا جائز نہیں۔ مثلاً اگر کوئی شخص کسی کو ایک تھپڑ مارے تو وہ اسے ایک ہی تھپڑ مار سکتا ہے۔ لات گھونسوں کی اس پر بارش نہیں کر سکتا۔ اسی طرح گناہ کا بدلہ گناہ کی صورت میں لینا درست نہیں۔ مثلاً کسی شخص کے بیٹے کو اگر کسی ظالم نے قتل کیا ہے تو اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ جا کر اس کے بیٹے کو قتل کر دے۔ یا کسی شخص کی بہن یا بیٹی کو اگر کسی کمینہ انسان نے خراب کیا ہے تو اس کے لیے یہ حلال نہیں ہو جائے گا کہ وہ اس کی بہن یا بیٹی سے زنا کرے۔

۴ واضح رہے کہ ان آیات میں اہلِ ایمان کی جو صفات بیان کی گئی ہیں وہ اُس وقت عملاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحاب کی زندگیوں میں موجود تھیں، اور کفارِ مکہ اپنی آنکھوں سے اُن کو دیکھ رہے تھے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے دراصل کفار کو یہ بتایا ہے کہ دنیا کی چند روزہ زندگی بسر کرنے کا جو سروسامان پا کر تم آپے سے باہر ہوئے جاتے ہو، اصل دولت وہ نہیں ہے بلکہ اصل دولت یہ اخلاق اور اوصاف ہیں جو قرآن کی رہنمائی قبول کر کے تمہارے ہی معاشرے کے ان مومنوں نے اپنے اندر پیدا کیے ہیں۔

(تفہیم القرآن جلد چہارم ص ۵۱۱ - ۵۱۲)

تحریکِ اسلامی کے اخلاقی تقاضے

جناب سید اسعد گیلانی صاحب

(۲)

رشتہ وناطہ ہر اسلامی تحریک نے ہمیشہ انہی چیزوں کی قربانی کا بار بار مطالبہ کیا ہے اور انہیں داؤں پر لگائے بغیر کوئی تحریک نشوونما نہیں پاسکتی۔ اسی رشتہ وناطہ کا تذکرہ کرتے ہوئے سورۃ المجادلہ کی آیت ۲۲ میں فرمایا گیا ہے۔

ترجمہ (تو یہ کبھی نہ دیکھے گا کہ وہ لوگ جو اللہ اور آخرت پر ایمان لاتے ہیں، وہ ایسے لوگوں سے دوستی کریں جو اللہ اور رسول کے مخالف ہیں چاہے وہ ان کے اپنے باپ ہوں یا بیٹے یا بھائی یا قریبی عزیز، ایسے ہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں ایمان اُتر گیا ہے اور غیب سے ان کی مدد کی گئی ہے، اللہ انہیں ایسے مقام میں داخل کرے گا جس میں نہریں بہتی ہیں یہ ہی اللہ کا گروہ ہے اور اللہ کا گروہ ہی فلاح پانے والا ہے۔")

دنیا کی کامیاب ترین اسلامی تحریک کے سامنے جب رشتہ وناطہ کی قربانی کا مسئلہ آیا تو اس نے معرکۂ بدر میں اس کا حیرت انگیز نمونہ پیش کیا۔ وہ معرکہ برپا کر کے اس نے ساری دنیا کے سامنے اپنے اللہ کا گروہ ہونے کا ثبوت فراہم کر دیا۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اپنی مشہور تفسیر تفہیم القرآن میں لکھا ہے:

"ان کے اپنے بھائی بند سامنے تھے۔ کسی کا باپ، کسی کا بیٹا، کسی کا چچا،

کسی کا ماموں، کسی کا بھائی اس کی اپنی تلواروں کی زد میں آ رہا تھا اور اپنے ہاتھوں اپنے جگر کے ٹکڑے کاٹنے پڑ رہے تھے۔ اس کڑی آزمائش میں صرف وہی لوگ پورے اُتر سکتے تھے جنہوں نے سنجیدگی کے ساتھ حق سے رشتہ جوڑا ہوا تھا اور جو باطل کے ساتھ سارے رشتے منقطع کرنے پر تل گئے تھے۔"

جنگ قادسیہ میں مشہور صحابیہ خنساءؓ اپنے چاروں بیٹوں سمیت شریک ہوئیں۔ اپنے لڑکوں کو لڑائی میں شرکت پر خود اُبھارا اور انہیں شہادت کا شوق دلایا۔ چنانچہ وہ چاروں لڑائی میں گئے اور شہید ہو گئے۔ جب ماں کو اس کے بیٹوں کی شہادت کی خبر دی گئی تو ماں نے بیٹوں کی شہادت پر کہا، "اللہ کا شکر ہے کہ جس نے اُن کی شہادت سے مجھے شرف بخشا۔ مجھے اللہ تعالیٰ کی ذات سے اُمید ہے کہ اُن کی رحمت کے سایہ میں ان چاروں کے ساتھ میں بھی ہوں گی۔"

سید احمد شہید کی تحریکِ مجاہدین کو ہزاروں کوس دُور پردیس میں جا کر راہِ حق میں جان دینے سے کوئی رشتہ و ناطہ نہ روک سکا۔ رشتے اور ناطے تو وہ عارضی تعلقات ہیں، جو دُنیا کی چار روزہ زندگی میں واقعۂ پیدائش سے وجود میں آتے ہیں اور جب کوئی فوت ہو جاتا ہے تو ختم ہو جاتے ہیں۔ حقیقی تعلق تو وہی ہے جو اللہ اور رسول پائیدار تعلق کے طور پر قائم رہنے دیں۔

مال و دولت مال و دولت بھی بلاشبہ راہِ حق کے رشتے کا بہت بڑا پتھر ہے۔ یہ انسان کو سہولت پسند، آرام طلب، خواہشات کا بندہ اور بوجھل بنا دیتا ہے۔ اسی لیے حضورؐ نے فرمایا تھا کہ اس مال و دولت کو دائیں اور بائیں یوں اور یوں صرف کرو تاکہ وہ حق دار کو پہنچے اور سمٹنے کے بجائے معاشرے میں پھیل جائے۔ اس لیے خدا اور رسولؐ کی طرف سے انفاق کا بار بار حکم دیا گیا ہے تاکہ اس کی محبت دل سے نکلے۔ چنانچہ جب لوگوں نے رسول اکرمؐ سے سوال کیا کہ ہم راہِ خدا میں کیا خرچ کریں تو اللہ تعالیٰ نے انہیں خود جواب دیا۔

فرمایا۔ "ترجمہ (آپؐ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں، کہہ دیجیے جو ضرورت سے

زائد ہو"۔ گویا اللہ کی راہ میں اسلامی تحریک کی خاطر خرچ کرنے کی کوئی حد مقرر نہیں ہے، بلکہ جو کچھ بھی ضرورت سے زائد ہو وہ خرچ کیا جائے اور ضرورت کا تعین انسانی بنیادی ضروریات کو سامنے رکھ کر اور اللہ اور اس کے رسولؐ سے قلبی لگاؤ کا پیمانہ بنا کر جو چاہے کر سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ خود ایک بہت بڑا مظہر تقویٰ ہے اور طہارتِ نفس کا بہترین اور موثر ترین ذریعہ بھی صدقہ ہی ہے۔ اللہ کی راہ میں خرچ درحقیقت قرآن کے اپنے الفاظ میں اللہ کو قرض دینے کے مترادف ہے۔

فرمایا گیا: ترجمہ "تم میں سے کون ہے جو اللہ کو قرض دے"

اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے مال جمع کرنے اور پھر اسے گن گن کر اور سمیٹ سمیٹ کر رکھنے اور پھر اس کے اپنے پاس ہمیشہ رہنے کا یقین رکھنے کے خیال کو ذریعہ ہلاکت قرار دیا ہے۔ کتنی سچی حقیقت بیان فرمائی تھی۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے جب وہ اپنے حواریوں سے یوں مخاطب ہوتے تھے۔

"کوئی آدمی دو مالکوں کی خدمت نہیں کرسکتا کیونکہ یا تو ایک سے عداوت رکھے گا اور دوسرے سے محبت یا ایک سے ملا رہے گا اور دوسرے کو ناچیز سمجھے گا۔ تم خدا اور دولت دونوں کی خدمت نہیں کرسکتے اس لیے میں کہتا ہوں کہ اپنی جان کی فکر نہ کرنا کہ ہم کیا کھائیں گے یا کیا پئیں گے اور نہ اپنے بدن کی کہ کیا پہنیں گے؟ کیا جان خوراک سے اور بدن پوشاک سے بڑھ کر نہیں؟ ہوا کے پرندوں کو دیکھو کہ نہ بوتے ہیں نہ کاٹتے ہیں، نہ کوٹھیوں میں جمع کرتے ہیں۔ پھر بھی تمہارا آسمانی باپ ان کو کھلاتا ہے۔ کیا تم ان سے زیادہ قدر نہیں رکھتے؟ تم ہی سے ایسا کون ہے جو فکر کر کے اپنی عمر میں ایک گھڑی بھی بڑھا سکے؟ اور پوشاک کے لیے کیوں فکر کرتے ہو۔ جنگلی سوسن کے درختوں کو غور سے دیکھو کہ وہ کس طرح بڑھتے ہیں۔ وہ نہ محنت کرتے ہیں نہ کاٹتے ہیں پھر بھی میں تم سے کہتا ہوں کہ سلیمانؑ بھی باوجود اپنی ساری شان و شوکت